اکیسویں صدی میں اُردو کی امکانی صورتِ حال

ڈاکٹر ثمینہ ندیم

Dr. Samina Nadeem

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt. Post Graduate College For Women, Gulberg, Lahore.

Abstract:

Urdu has always been a language of communication between different linguistic and Ethnic groups of people in the Sub Continent. This interaction started with the advent of Muslims in India and has continued since then with the start of movement of Pakistan urdu became synonymous with Muslims and has been neglected in the lands of its birth that is Dehli and Lucknow etc. But at the same time it has spread to all parts of the world with Muslim diaspora. Now there is a danger of it being overwhelmed by other languages. In this Article Dr. Samina Nadeem gives out a solution to this problem of 21st century.

اُردو زبان اپنے آغاز میں اُتار چڑھاؤ کا شکار رہوئی اصلاح زبان کی تحریک ہو یا علی گڑھ تحریک، رومانوی تحریک کا بھر پوردور ہو یا ترقی پسند تحریک یا جدیدیت اور مابعد جدیدیت سبھی رجحانات اور تحریکیں اپنے عصری تقاضوں کے مطابق سامنے آئیں کیوں کہ جب ذی شعور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ زبان وادب میں جمود آ گیا ہے تو وہ اس میں تبدیلی کی کوشش ضرور کرتے ہیں تاکہ وہ دوسری زبانوں کے ساتھ مل کر چل سکے۔ ایک مرتبہ کنفیوشس (Confucius) سے سوال پوچھا گیا کہ کسی ملک کا نظم و نسق آپ کو دیا جاتا تو سب سے پہلے آپ کیا کام کرتے تو کنفیوشس نے جواب دیا:

> ”بلاشبہ میں زبان پر نظر ثانی کر کے اپنے کام کا آغاز کرتا کیوں کہ اگر زبان ناقص ہو تو الفاظ خیالات کی صحیح ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور اگر خیالات کو اچھی طرح نہ سمجھا جائے تو جو کام کیا جانا چاہیے وہ صحیح طور پر نہیں کیا جا سکتا ہے جب فریضے اپنے تقاضوں کے مطابق سرانجام نہ دیے جائیں تو عادات واطوار اور ثقافتی اقدار بگڑ جاتی ہیں اور جب عادات واطوار بگڑ جائیں تو عدل وانصاف غلط روش اختیار کر لیتا ہے اور عدل وانصاف غلط روش اختیار کر لے تو حیرت زدہ عوام نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کاموں کا انجام کیا ہوگا اس لیے کوئی بھی چیز زبان جیسی اہم نہیں ہوتی۔“(۱)

کسی ملک کی تہذیب وثقافت کونقصان پہنچانا ہوتواس ملک کی زبان میں اپنی زبان کے لفظ سموکراسکی سوچ کوغیرمحسوس انداز میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ زبان اورادب نے ہمیشہ معاشرتی واخلاقی اقدار کوتحفظ فراہم کیا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اکیسویں صدی میں السنہ شرقیہ کا شعبہ ملکی جامعات میں زوال پذیر ہے۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے گزشتہ چند برسوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تو کارکردگی دکھائی لیکن اُردوزبان کوتدریسی سطح پراہمیت نہیں دی جس سے ہمارا اجتماعی تشخص قومی اور بین الاقوامی سطح پر مجروح ہوا۔اب بھی اگرملک کے تعلیمی منظرنامے کو"O اوراے لیول" کے حصار سے نکال کرازسرنوترتیب نہ دیا گیا تو نونہالان وطن اکیسویں صدی کی آخری دہائی میں اپنی شناخت اوراپنی پہچان سے تہی دامن نظرآئیں گے۔

آج اُردولغات میں ہزاروں کی تعداد میں انگریزی الفاظ شامل ہو چکے ہیں قارئین کی دلچسپی کے لیے محض چند الفاظ درج کیے جاتے ہیں۔آرٹیکل،Article، آرکیالوجی Archaealogy، آرکیسٹرا Orchestra، آنرز Hounour، آئیڈیا Idea، ایڈیٹر Editor، ایڈیشنل Additional، ارجنٹ Urgent، اسٹوری Story، اسٹاک Stock، اسکالر Scholar، انٹر Inter، انٹرویو Interview، ایجوکیشن Education، ایوارڈ Award، بس سٹاپ Bus Stop، ڈیوٹی Duty، ڈیم Dam، رجسٹر Register، روڈ Road، سانیٹ Sonnet، سبجیکٹ Subject، سپیشل Special، فریم Frame، فیشن Fashion، کانفرنس Conference، کلاسیکل Classical، کلچر Culture، کوٹ Coat، کیلنڈر Calander، گارنٹی Guarantee، گفٹ Gift، لبرٹی Liberty، ہائی سکول High School، ہاکی Hockey، یونیفارم Uniform، یونیورسٹی University(۲)

ان الفاظ کی فہرست بہت طویل ہے لیکن محض چند الفاظ کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُردو زبان میں سرایت کرجانے اور رچ بس جانے والے یہ الفاظ ہر پڑھے لکھے اوران پڑھ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں انگریزی الفاظ کی عام بول چال میں فراوانی نے شعراءکوشاعری میں انگریزی الفاظ برتنے پرآمادہ کیا یہ سلسلہ اگرچہ انیسویں صدی میں عام ہوا مولاناحالی کی نثر میں بےشمار انگریزی الفاظ نظرآتے ہیں۔بیسویں صدی میں یہ رواج اور بڑھا اورشاعری میں نظم اورغزل میں انگریزی الفاظ نظرآنے لگے شاعری میں انگریزی الفاظ کا استعمال ہمیں تین طرح سے نظرآتا ہے:

۱۔فطری اورتخلیقی استعمال: جو اُردو کے ایک زندہ زبان ہونے کے سبب ناگزیرتھا۔

۲۔نمائشی استعمال: جس کے پس منظر میں دوسروں کومرعوب کرنے کا جذبہ کارفرما تھا۔

۳۔طنزومزاح کے لیے: جس میں خاص طور پرانگریزی لفظ کے استعمال سےطنزومزاح کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔شاعری میں انگریزی الفاظ کی آمد کا سبب بھی سماجی ضرورت تھا بعض مواقع پر یہ استعمال تخلیقی انداز میں نظرآتا ہے:

صبح کاذب کی ہوا میں درد تھا کتنا مُنیر
ریل کی سیٹی بجی تو دل لہو سے بھر گیا(۳)

تصویر جب نئی ہے نیا کینوس بھی ہے
پھر طشتری میں رنگ پرانے نہ گھولیے(۴)

پلیٹ فارموں ، بازاروں ، بس سٹاپوں پر
کہاں کہاں پہ تری جستجو پھرائے گی(۵)
چپکے چپکے ہی اثر کرتا ہے
عشق کینسر کی طرح بڑھتا ہے(۶)
ہوا سے گزرے ہوئے موسموں کی باس آئی
پھر اپریل کی وہی رت اداس اداس آئی
جانے اب کہاں ہونگے وہ پھول سے چہرے
پرانے درد جگانے نئی کلاس آئی(۷)
میں اک چھوٹا سا افسر ہوں وہ اک موٹا سا مل اونر
مگر دونوں کے انکم گوشوارے ایک جیسے ہیں(۸)
اک ایڈیشن چھاپ دے اور پبلشر سوتا رہے
اور مرا خونِ جگر دن رات کم ہوتا رہے(۹)

بیسویں صدی میں سائنس کی ترقی کو عروج ملا نت نئی ایجادات ہوئیں زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے بہت سامان ہوئے ہمارے شعراء نے بھی ان ایجادات کو شاعری میں جگہ دی:

کمپیوٹر بھی رک گیا شاید مرے زخموں کا جب شمار کیا(۱۰)
وقت ریزر کی طرح ہے جو ہراک کو زخمی کرتا ہے(۱۱)
گزری جاتی سرنگوں میں لچک کر گاڑی اور فضاؤں میں معلق ہے وہ انجن کا دھواں (۱۲)

زندہ زبانوں کی طرح اُردو میں بھی ایجاب وقبول کا سلسلہ جاری ہے جس طرح مختلف چھوٹے چھوٹے ندی نالے دریا میں گر کر اس کا حصہ بن جاتے ہیں اسی طرح انگریزی اور دوسری زبانوں کے الفاظ آہستہ آہستہ اُردو زبان کے اندر داخل ہوتے رہے اور شعراء اور ادیبوں کی تخلیقی ضروریات کے ساتھ اُردو شعریات میں بھی جگہ بنائی یہاں تک کہ اکیسویں صدی میں ان کا استعمال اظہار و بیان کی صورتوں میں اور بڑھا اور وسعت اختیار کرنے لگا اب اکیسویں صدی میں یہ بدیسی الفاظ کس طرح اُردو شاعری میں موجود ہیں ملاحظہ کیجیے نظم ''ٹانک'' (Tonic):

جدائی ایک ٹانک ہے
محبت کو جواں رکھتی ہے
جب کچھ روز تم
نظروں سے اوجھل ہو تو
تم کو دیکھنے کو جی مچلتا ہے
خزاں اور موسم گل کی کہانی یاد آتی ہے

(بڑھاپے میں ہمیں اپنی جوانی یاد آتی ہے)(۱۳)

ایک اور نظم انگریزی عنوان "Preparation" ''پریپریشن'' کے ساتھ دیکھیے:

ہمیں تیار کرنا ہے
اب آنے والی ساعت کے لیے
خود کو
نہ میں الزام دوں تم کو
نہ تم الزام دو مجھ کو
وفا اور بے وفائی میں اک باریک سا پردہ ہے(۱۴)

مزید نظموں کے عنوانات بھی دیکھئے: ڈیپارچر لاؤنج(۱۵) کزن(۱۶) میڈیا کر(۱۷) انٹیوشن(۱۸) ٹیک اٹ ایزی(۱۹) فلیش بیک(۲۰) کامپرومائز(۲۱) ٹو دی پوائنٹ(۲۲) بریکنگ پوائنٹ(۲۳) Request(۲۴) Think before(۲۵) Friendship(۲۶) Good Morning(۲۷) Still we miss you(۲۸) we miss you(۲۹) On your birthday(۳۰) We are Alike(۳۱) Valentine Day(۳۲)

بچپن کے دن کسی طرح لوٹ آئیں پھر حسنؔ
ٹیچر ہو اسکی ڈانٹ ہو میری کلاس ہو(۳۳)

نہ صرف انگریزی الفاظ بلکہ مقامی زبانوں کا عکس بھی ہمیں اُردو شاعری میں ملتا ہے:

روشنی کے پھول گرتے ہیں حسنؔ رانجھڑے کی بانسری میں چاند ہے(۳۴)
وہ ہونٹ دسمبر جیسے ہوں یہ جلتی سانسیں ٹھار سکوں(۳۵)

ایک اُردو ماہیا ملاحظہ ہو:

سوہنا رب میرا خیر کرے
کسی کی نہیں پروا
کوئی کتنا ہی وَیر کرے(۳۶)

ان اشعار میں انگریزی الفاظ کا استعمال دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ جو سلسلہ بیسویں صدی میں شروع ہوا تھا جیسے مجید امجد کی نظم ''آٹوگراف''، جس کا عنوان بھی انگریزی میں اور ''باؤلر'' اور ''وکٹ'' کے انگریزی لفظ بھی استعمال ہوئے:

وہ باؤلر ایک مہ وشوں کے جمگھٹوں میں گھر گیا
وہ صفحۂ بیاض پر
بصد غرور کلک گوہریں پھری
حسیں کھلکھلاہٹوں کے درمیاں وکٹ گری(۳۷)

یہ سلسلہ اکیسویں صدی میں اور بڑھا نہ صرف عام بول چال بلکہ شاعری میں بھی انگریزی الفاظ کثرت سے نظر آنے

لگے آج اُردو کو جن بڑے مسائل کا سامنا ہے ان میں ایک تو انگریزی زبان کی یلغار اور دوسرے مقامی بولیوں کا اُردو میں رواج پانا ان مسائل سے کسی حد تک نبرد آزما ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی اداروں میں آرٹس کے مضامین کو اُردو میں رائج کریں۔ تمام دفاتر میں اُردو کا عملی نفاذ کیا جائے کیوں کہ جب تک اس کا عملی استعمال نہیں ہو گا اسکی مشکلات کا بھی اندازہ نہیں ہوسکتا زندہ زبانوں کی ترقی کے لیے بالعموم یہی اقدامات کیے جاتے ہیں۔ اُردو میں اعلیٰ وارفع ادب کی تخلیق بھی تواتر کے ساتھ ہوتی رہے اس سلسلے میں حکومتی اقدامات اور حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہے تاکہ انگریزی میڈیم کے طالب علموں کی بڑی تعداد کو کم از کم اُردو ادب سے دلچسپی کے مواقع فراہم ہوں۔ معلوماتی کتابوں کی کثرت سے اشاعت بھی اُردو کے فروغ میں معاون ہوگی کیوں کہ اُردو زبان میں اتنی وسعت اور لچک پذیری کی صلاحیت ہے کہ وہ سائنسی مضامین کے ساتھ دیگر علوم وفنون کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھ سکتی ہے۔ عالمگیریت کے اس دور میں اُردو کے تحفظ کے لیے سنجیدگی سے غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے قیام پاکستان کے وقت ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارا الگ تشخص الگ مذہب اور الگ زبان ہے اور زبان سے مراد یقیناً اُردو ہی تھی اور یہ پوری قوم کا مشترکہ مطالبہ تھا۔ لیکن قیام پاکستان کے بہتر برس کے بعد جب ہم استحکامِ وطن کی کئی منازل طے کر چکے ہیں آج ہم آپس میں گروہی تفاوت کا شکار ہو کر انگریزی کو بین الاقوامی زبان سمجھتے ہوئے دیوانہ وار اسکی پیروی کر رہے ہیں اور دوسری طرف مقامی بولیوں کے علمبردار ملک میں سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی بولنے والے اپنے اپنے محاذ اور علاقوں میں سرگرم عمل ہیں اکابرینِ وقت نے اس طرف فی الفور توجہ نہ دی تو اکیسویں صدی کے آخر تک اُردو کی نئی شکل وجود میں آئے گی جسے ''ریختہ آمیختہ'' کہا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اخبارِ اُردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۲۰۰۸ء، ص:۱۲

۲۔ اُردو لغت، کراچی: ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۸۱ء

۳۔ منیر نیازی، کلیاتِ منیر، لاہور: مکتبہ منیر، ص:۵۵

۴۔ پروین شاکر، خوشبو، لاہور: مکتبہ فنون، ۱۹۷۷ء، ص:۲۰۸

۵۔ ریاض مجید، پس منظر، فیصل آباد: قرطاس پبلشرز، ۲۰ فروری ۱۹۷۳ء، ص:۲۳۵

۶۔ امجد اسلام امجد، ساتواں در، لاہور: ماورا پبلشرز، ۱۹۷۸ء، ص:۹۰

۷۔ ریاض مجید، پس منظر، ص:۳۳

۸۔ سرفراز شاہد، بلا تکلف، اسلام آباد: بزم اکبر، ۱۹۸۰ء، ص:۸۹

۹۔ محمد جعفری، سید، شوخئ تحریر، کراچی: ایسٹ پبلشرز، ۱۹۸۵ء، ص:۳۳

۱۰۔ سرفراز شاہد، کچھ تو کہیئے، بزم اکبر، ۱۹۸۰ء، ص:۶۰

۱۱۔ عبدالرشید، اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں، لاہور: قوسین، ۱۹۷۴ء، ص:۸۷

۱۲۔ احمد ندیم قاسمی، رم جھم، لاہور: مکتبہ کارواں، ص:۹۹

۱۳۔ خالد شریف، کسی کمزور لمحے میں، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۰۰

۱۴۔ ایضاً،ص:۱۲۵

۱۵۔ ایضاً،ص:۸۲

۱۶۔ ایضاً،ص:۸۴

۱۷۔ ایضاً،ص:۸۵

۱۸۔ ایضاً،ص:۹۳

۱۹۔ ایضاً،ص:۹۶

۲۰۔ ایضاً،ص:۹۸

۲۱۔ ایضاً،ص:۱۰۲

۲۲۔ ایضاً،ص:۱۱۶

۲۳۔ ایضاً،ص:۱۳۶

۲۴۔ حسن عباس، ایک شام تمہارے جیسی ہو، لاہور: نستعلیق، ۲۰۱۰ء، ص:۹۵

۲۵۔ ایضاً،ص:۹۳

۲۶۔ ایضاً،ص:۴۳

۲۷۔ ایضاً،ص:۸۶

۲۸۔ ایضاً،ص:۱۲۹

۲۹۔ ایضاً،ص:۱۱۰

۳۰۔ ایضاً،ص:۶۷

۳۱۔ ایضاً،ص:۴۲

۳۲۔ ایضاً،ص:۳۷

۳۳۔ ایضاً،ص:۸۸

۳۴۔ ایضاً،ص:۷۰

۳۵۔ ایضاً،ص۹۰

۳۶۔ خالد شریف، کسی کمزور لمحے میں، ص:۶۵

۳۷۔ مجید امجد، شب رفتہ، لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۵۸ء، ص:۱۰۷

☆......☆......☆